آ گیا ہے۔ اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں اس روز سے جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اللہ کی کتاب میں بارہ ہیں، ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ تین تو پے در پے ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور مضر قبیلے کا رجب جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔''

۲۱۔ **آپس کی رخنہ اندازی شیطانی عمل ہے:** ''اور ہاں شیطان بھی اس امر سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں گے، لیکن وہ تمہارے درمیان رخنہ اندازی کرے گا۔''

۲۲۔ **انسانی فضیلت کا معیار:** ''اے لوگو تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں، نہ کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے؛ ہاں صرف تقویٰ سے ہی کوئی کسی پر فضیلت حاصل کرسکتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز وہ شخص ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہو'' [الحجرات ۱۳]

۲۳۔ **دجال کے فتنے سے تنبیہ:** ''اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی مبعوث فرمائے ہیں، سب نے اپنی اپنی امت کو اس (دجال) سے ڈرایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے۔ وہ یقیناً تم میں ظاہر ہوگا۔ اس کے بارے میں جو بات تم پر مخفی تھی، وہ اب تم پر مخفی نہیں رہنی چاہیے۔ بیشک تمہارا رب کانا نہیں ہے، اور وہ یقیناً دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، اس کی آنکھ ابھرے ہوئے انگور کے دانے کی طرح ہوگی۔''

۲۴۔ **محمد رسول اللہ ﷺ نے سب کچھ بتلا دیا ہے:** ''آپ ﷺ نے ہاتھ اوپر پھیلا کر فرمایا: ''کیا میں نے (اللہ کا) پیغام نہیں پہنچایا؟ کیا میں نے (اللہ کا) پیغام نہیں پہنچایا؟ کیا میں نے (اللہ کا) پیغام نہیں پہنچایا؟ تمام مجمع نے ہمنوا ہو کر کہا: ''اے نبی! آپ نے پیغام پہنچا دیا'' آپ ﷺ نے انگشت شہادت اٹھا کر تین بار فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا۔''

۲۵۔ **انسانی عظمت کا منشور پھیلانے کے تمام مسلمان پابند ہیں:** آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''جو یہاں حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ باتیں پہنچا دیں؛ کیونکہ بہت سے غیر حاضر، براہِ راست سننے والوں سے زیادہ کلام کو یاد رکھنے والے اور سمجھ لینے والے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ اس شخص کو خوشی، بہجت و سرور اور آسودگی دے جس نے میری بات سنی اور اسے آگے پہنچا دیا۔'' [سیرت ھشام، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابن ماجہ، سنن ابی داؤد]

اسلامی انقلاب قسط:(۲)

صبح درخشاں کی نوید

جناب محمد سعد صاحب

موجودہ حالات پر ایک نظر: ان حالات میں افسوس تو اس بدقسمت ٹولے پر ہوتا ہے جو نوشتہ دیوار پڑھ کر اپنی اصلاح کرنے اور پوزیشن کو درست کرنے کی بجائے ''شاہ سے بڑھ کر شاہ کا وفادار'' بن کر طاغوت کی ہی بھلائیں لے رہے ہیں۔ اور انہیں اب بھی اس طاغوت کی چھتری تلے اپنی عافیت نظر آ رہی ہے۔ لہٰذا یہ طبقہ انتہائی افسوس ناک اور ذلت آمیز صورت حال سے دوچار ہے۔ ان میر جعفروں اور میر صادقوں کو ان کے گوری چمڑی والے آقا بھی پہچانتے ہیں۔ اور وہی انجام ان کا بھی ہوگا، جو ماضی کے ان کرداروں کا اپنے آقاؤں کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ اگر ان کے ہاتھوں سے بچ بھی گئے تو یہ اپنے کرتوتوں کو اہل حق مؤمنین وصالحین سے کیسے چھپائیں گے؟ کیا ان کا بھی انجام نجیب اللہ اور اس کے حواریوں کی طرح نہیں ہوگا؟ بس یہی خوف ہے، جو ان کے ساتھ چمٹ چکا ہے، نیند میں ایسے ہی خواب نظر آتے ہیں، تو دن کی روشنی میں منہ سے بھی ایسی اول فول بکتے ہیں کہ انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ اس طرح کی زبان درازی کے بعد تو امت مسلمہ کے ساتھ وابستگی کے دعوے کا بھی بھرم ٹوٹ جائے گا۔ اور یوں ایک ایک کر کے اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے سیاستدان بھی اپنی حیثیت اور پوزیشن واضح کر رہے ہیں۔ اور عوام الناس کو گمراہ کرنے اور اپنا رعب ان پر طاری کرنے کے لیے ساری سرکاری مشینری کو بروئے کار لا رہے ہیں؛ تا کہ وہ خوشخبری جو صادق ومصدوق ﷺ نے دی تھی پوری نہ ہو اور ان کا نفاق سے بھرپور کردار یہ امت کچھ عرصہ اور برداشت کرے۔ تا کہ عالم کفر کی واپسی کا سفر کچھ مزید طویل ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جب سمت شمال سے شریعت، امارت اور خلافت کے نعرے بلند ہوئے تو جہاں دنیا بھر کے عالم کفر کو تشویش لاحق ہوئی، وہاں ملک میں موجود کفار کے مہروں کو ان سے بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ اور ان میں بھی سب بڑھ کر یہود و ہنود کا وہ آلہ کار جس کے لیے پاکستان کی حیثیت دیار غیر کی ہے، جبکہ صلیبی ممالک اس کے لیے اپنا گھر ہیں۔ اور پاکستان میں انتشار اور افتراق پھیلانے کے لیے ایک گھناونا نیٹ ورک چلانے کی ذمہ داری بھی بڑی خوبی سے انجام دے رہا ہے۔ پڑوس میں موجود عالم کفر کا سرغنہ بھارت بھی اس کی ہر طرح کی حمایت ونصرت کر رہا ہے، اب تو ان کی تشویش سب سے بڑھ کر نظر آ رہی ہے۔

فکری انحطاط: جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ موجودہ حالات امت مسلمہ کے حق میں بڑے حوصلہ افزا ہیں۔ ماضی کی ناکامی بھی دراصل اپنی غلطیوں کا نتیجہ تھا۔ اور عالم کفر نے گزشتہ چند صدیوں سے جس تیز رفتاری سے امت مسلمہ کے خلاف اقدام کیا ہے۔ اور پوری دنیا پر جس طرح ان کا مذموم تسلط قائم ہوا ہے، اس نے امت کے ایک بڑے طبقے کو ان کی فکری غلامی میں جکڑ دیا اور بظاہر ان کے زوال کا تصور بھی دنیا کے باسیوں کے لیے مشکل ہوگیا۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے اصحابِ جبہ و دستار اور اصحاب علم و دانش کو بھی کہتے ہوئے سنا گیا کہ موجودہ سپر طاقتوں کا زوال ناقابل یقین ہے، اور امت مسلمہ کا ان کے مقابلے میں آنا انتہائی احمقانہ سوچ کا مظہر ہے۔ اس سوچ و فکر کے سائے تلے طاغوتی نظام کے لیے گنجائش کی راہیں نکالنا ان حضرات کے پیش نظر امت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ دوسری طرف ایک فکر ایسی بھی پیدا ہوئی کہ جس طرح آج کے طاغوتی قوتوں نے کامیابیاں حاصل کی ہیں، انہی راستوں پر چل کر ہم بھی اپنی امت کو کامیابیوں کے معراج تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس لیے اب منقول اور منصوص حکمت عملی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دراصل ان دونوں نظریات نے آج عالم کفر کے غلبے کو مزید مستحکم کرنے اور امت مسلمہ کو نکو بنانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔

اے امت مسلمہ! کفار اور منافقین کی چال کو سمجھو اور ان کا دُم چھلہ بننے کی غلطی کبھی نہ کرو؛ ورنہ تاریخ تمہیں بھی میر جعفر اور میر صادق کے نام سے یاد کرے گی۔ اپنا شمار مؤمنین وصالحین کی جماعت میں کرو، جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر صرف اس کا نظام عدل نافذ ہو۔ اور تمام انسان ہر طرح کی شرک اور گمراہی کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کے آفاقی دین کے اندر داخل ہوجائیں۔ اسلام کا کلمہ توحید زمین کے ہر گھر اور جھونپڑی میں پہنچ کر قبول کرنے والے کو معزز کرے اور قبول نہ کرنے والے کو ذلت کے ساتھ ہمارے ماتحت رکھ چھوڑے۔ اس طرح روئے زمین خلافت علیٰ منہاج النبوت کی روشنی سے منور ہوجائے، اور اللہ عزوجل آسمانوں اور زمینوں سے رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

یقیناً آج دنیا کے کونے کونے میں یہی سرفروش میدان عمل میں اتر کر چہار جانب یہ جدوجہد کر رہے ہیں کہ کسی خطے پر اللہ کا دین مکمل نافذ ہوجائے۔ پھر رفتہ رفتہ کرہ ارض کو اپنے اندر سمیٹ لے۔ جو کہ ایک واقعی اور اٹل حقیقت ہے۔ یہی آج امت مسلمہ کے لیے صبح نو کی نوید جانفزا ہے۔ لیکن منزلیں کبھی قیمت ادا کیے بغیر حاصل نہیں ہوتیں۔ جتنی بڑی منزل ہوتی ہے اتنی ہی قیمت بھی زیادہ ادا کرنا پڑتی ہے۔ ابتدائی مراحل میں حاصل ہونے والی کامیابی سے بھی زیادہ قیمت لگانا پڑتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ توازن قائم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا امت اسلامیہ کو دل شکستہ نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ مزید قیمت ادا کرنے کے

لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ قیمت جان، مال، شان وشوکت اور جائیداد ہر شکل میں دینا پڑے گی۔

یقیناً حاملین لوائے نصرت دین پر بیتنے والے موجودہ حالات قربانیوں کے اسی سلسلے کی نہایت روشن کڑی ہے۔

﴿ولنبلونكم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرات وبشر الصٰبرين ۝﴾

[البقرة ١٥٥] ''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے: دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں میں کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجیے۔''

اس ضمن میں ایک باریک نکتے کی جانب بھی اشارہ ضروری ہے۔ امت مسلمہ کے اندر نشاۃ ثانیہ کی کوششیں تو کم ازکم ایک صدی قبل ہی پوری دنیا میں شروع ہوگئیں تھیں، جن میں سے خصوصاً مصر میں اخوان المسلمین اور برصغیر پاک وہند میں جماعت اسلامی قابل ذکر ہے۔ لیکن کچھ اجتہادی فیصلوں کی وجہ سے یا اپنی ارتقائی حکمت عملی کی وجہ سے سفر غیر معمولی طویل ہوگیا۔ ان کے ساتھ ساتھ اہل سنت وا وعت کے دیگر طبقہ ہائے فکر نے بھی اس سفر سے اپنے آپ کو باہر نہیں رکھا؛ بلکہ پوری دنیا میں دینی مدارس کا ایسا عالیشان نیٹ ورک قائم کیا، جس نے انتہائی خاموشی کے ساتھ ایسی کھیپ معاشرے میں پیدا کردی جن کے اندر وہ اولی العزمی اور علمی وفکری فراست موجود تھی کہ وہ عالم کفر کی بروقت خبر لینے کے قابل ہوگئے۔ جو آج پوری دنیا میں کفری طاغوتی قوتوں کے لیے ایک واضح اور دوٹوک چیلنج کی صورت میں موجود ہیں۔

اس مضمون کے آغاز میں جس طرح ''الـديـن'' کی وضاحت کرتے ہوئے گزارش کی تھی کہ دین اسلام زماں ومکاں کے قیود سے ماوراء ہے، اور زندگی کے تمام دائروں میں راج کرنے کا حق صرف اور صرف اسلام کو ہے۔ آج ہمیں یہی چیز حقیقت میں ڈھلتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

امام مالکؒ کا فرمان ہے: ''اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہوسکتی مگر اسی طرح جس طرح پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔'' اس لیے آج ہمیں بھی اُسی مبارک دور (یعنی دور نبوت) سے ہی اپنے لیے راہ راست تلاش کرنا ہے۔

مغربی مکتبوں کی نئی روشنی تیری تاریکیوں کا ازالہ نہیں　　طاقِ دل میں اجالا اگر چاہیے تو پرانے چراغوں سے ہی پیار کر

درست لائحہ عمل کیا ہے؟: اس دین کو اپنی تنفیذ کے لیے باطل نظاموں سے نظریات یا طریق کار مستعار لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا مکمل ترین دین کامل ترین ہستی کے ذریعے کامل ترین حالت میں ہم تک پہنچا ہے۔ اس پر چلنے اور اس کو غالب کرنے کے تمام موضوعات پہلے سے ہی طے ہیں۔ اللہ نے آنے والے حالات اور

مسائل کے حوالے سے اجتہاد کا راستہ تو قیامت تک کے لیے کھول رکھا ہے۔ لیکن اسلام کا مزاج اجتہاد کے بارے میں بڑا دوٹوک ہے کہ یہ کبھی بھی کفر سے مصالحت اور رواداری کی حمایت نہیں کرتا؛ بلکہ اس چیز کو صریحاً باطل قرار دیتا ہے۔

جب معاملہ یہ ہے تو پھر آج احیائے خلافت کے لیے جمہوری راستے کا اختیار کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ ایسا نظام جس کی چوٹ براہ راست عقیدہ توحید پر پڑتی ہو، اسلامی کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ آخر کیا مجبوری ہے کہ ہر حال میں جمہوریت کو ہی اسلام کے نفاذ کا راستہ تصور کیا جائے؟ کیا نبی ﷺ نے یہ دین نامکمل چھوڑا تھا؟ کیا آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ دین غالب نہیں ہوا تھا؟ کیا آپ ﷺ کے عہد میں اور خلفائے راشدین کے عہد میں جمہوری نظام رائج کیا گیا تھا؟ ان سارے سوالوں کا جواب یقیناً نفی میں ہے، تو پھر لازمی طور پر اس کے لیے نبی ﷺ والا ہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اس سے انحراف کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

جمہوریت کیا ہے؟ یہودی پروٹوکولز کے مترجم محمد یحییٰ خان لکھتے ہیں ''یہود نے اپنی بقا اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے تحفظ کے لیے جمہوریت کو ہی اپنی جائے پناہ سمجھا۔ انہوں نے سوچا کہ بادشاہت کی طاقت اگر ایک فرد کی بجائے لاکھ، دو لاکھ، دس لاکھ یا کروڑ انسانوں میں بٹ جائے، تو یہودیوں سے باز پرس کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔'' [یہودی پروٹوکولز: باب نمبر ۷ ص ۸۹]

جرمن فلسفی مسٹر تھیوڈور ہرزل (Herzl Theodor) جو صیہونیت کے بانیوں میں سے ایک تھا لکھتا ہے: ''دانش مندانہ اور معقول فیصلے پارلیمانی اداروں سے سرزد نہیں ہوسکتے۔ عوامی خواہشات کی صحیح نمائندگی اور ریاست کے حقوق و مفادات کی محافظ وہی شخصیتیں ہوتی ہیں' جو تاریخی قوتوں کی پیداوار ہوں۔ حکمرانی کے لیے یہی شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں، یہ کام عوام کا نہیں۔'' [یہودی ریاست ۱۸۹۶ء]

قرآن کریم میں ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾ [الانعام ۱۱۶] ''اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے تو یہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں گے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عوام کی اکثریت کبھی معیارِ حق نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ عوام میں اکثریت بے علم یا کم علم لوگوں کی ہوتی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''جو لوگ کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہیں۔ کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقل مند کم ہیں اور بیوقوف زیادہ۔ تو اس قاعدے کی بنا پر

کثرت رائے کا فیصلہ ہوگا۔" [معارف حکیم الامت ص ۶۲۶] آپ نے کثرت رائے کی لازمی حقانیت کے خلاف قرآن وسنت اور تاریخ اسلام سے متعدد دلائل دے کر ثابت کیا ہے کہ "جمہوریت" دراصل "جہالت کی حکمرانی" کا نام ہے۔اس کی ساری توجہ کمیت اور تعداد پر ہوتی ہے، کیفیت پر نہیں۔[دیکھیے :اسلام اور سیاست ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اس بابت لکھتے ہیں: "کسی معاملے میں مختلف آراء اور بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ کیسے ہو؟ یہی معاملہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔قرآن نے فیصلے کا اختیار امیر مجلس کو دیا ہے۔ارشاد باری ہے:﴿ وشاورهم في الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله﴾ [آل عمران ۱۵۹] "اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو، پھر جب کام کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔" اس آیت میں (عزمت) کے لفظ سے یہ بالکل واضح ہے کہ آخری فیصلے کا اختیار آپ ﷺ کو دیا گیا ہے (نہ کہ کثرت رائے کو)۔" [خلافت وجمہوریت ص ۱۲۶ مکتبہ السلام ۲۰۰۲]

سید قطب شہیدؒ کے برادر خورد محمد قطبؒ کی تالیف "کیف ندعو الناس" سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"جب ہم جمہوری کھیل میں شامل ہوتے ہیں، تو اپنے اس فعل سے جو پہلا کام ہم کرتے ہیں کہ وہ چیز جس کا اللہ کی طرف سے ہر مسلمان پابند محض ہے، ہم اس کو عوام کے استصواب کا مسئلہ بنا دیتے ہیں۔اللہ کی طرف سے جو حرف آخر ہے، ہم اس کا فیصلہ عوام کے ووٹوں سے کرواتے ہیں کہ چاہیں تو ان کو قبول کرلیں اور چاہیں تو رد کردیں۔اس کے ساتھ ہم...... جمہوری قواعد کی رو سے...... بعض لوگوں کو یہ کہنے کا موقع دیتے ہیں اور ان کی یہ بات جمہوری قواعد کی رو سے غلط نہیں ہوتی کہ تم اقلیت ہی ہو، پارلیمنٹ کی اکثریت پر تم اپنی رائے اور اپنا منشور کیوں ٹھونسنا چاہتے ہو؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ جمہوریت کی دنیا میں یہ مسئلہ ہماری رائے اور ہمارے منشور کی حیثیت رکھتا ہے، نہ کہ حرف آخر کی حیثیت، جو کہ شریعت کا تقاضا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے شریعت بہر حال قانون ہے؛ مگر یہاں شریعت کو قانون کا درجہ پانے کے لیے اس بات کا محتاج بنایا گیا ہے کہ پارلیمنٹ میں اس کے حق میں پڑنے والے ووٹوں کی تعداد ایک خاص حد کو پہنچے تو پھر شریعت پاس ہو۔

شریعت کو حکمران بنانا فیصلہ الٰہی ہے، اور ہر مسلمان خود بخود اس کا پابند ہے۔اس پر انسانوں کے ووٹوں کا کیا کام؟ اس پر لوگوں کو ووٹ دینے اور قبول و رد کرنے اور شریعت کو پاس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار کیسا؟ اللہ کی شریعت کو پاس نہ کرنے کا اختیار رکھتے ہوئے وہ مسلمان کیونکر رہ سکتے ہیں؟!

بطورِ مسلمان ہمارے لیے اللہ کی نازل کردہ شریعت کسی کے پاس کرنے کی محتاج نہیں ہوسکتی۔کسی کے ووٹ سے

اس کے قانون کا درجہ پانے یا نہ پانے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ہم اس کو انتخاب کا موضوع نہیں بنا سکتے۔ خواہ ہم اس کو معاشرے میں جاری وساری کر دینے کی طاقت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ البتہ ضروری ہے کہ کوئی تحریک اسلام کو اور شریعت کو اس حیثیت میں لوگوں کے سامنے پیش کرے یعنی "شریعت" اللہ پاک کے اٹل فیصلے کا نام ہے۔ ہر انسان آپ سے آپ بغیر کسی اضافی شرط کے اس کا پابند و محکوم ہے۔ اس سے منہ پھیرنے والا اللہ کے فیصلے کی رو سے مرتد ہے۔ اور یہ کہ سب لوگ خواہ حاکم ہوں یا محکوم، اس کو عملاً قائم کر دینے کے پابند ہیں۔ اب جب جمہوری کھیل کا حصہ بن جاتے ہیں تو دین کا یہ مفہوم لوگوں کے ذہن سے بالکل ہی روپوش ہو جاتا ہے۔

دوسری بات: جمہوری تماشے میں شامل ہو کر ہم جواز اقتدار کو بھی بے جان کر دیتے ہیں۔ جمہوری اصولوں کی رو سے اقتدار کا جواز وہی رکھتا ہے جو اکثریت کا ووٹ لیتا ہے۔ جبکہ اسلام کا سرے سے یہ معیار نہیں ہے۔ اللہ کا معیار یہ ہے کہ اقتدار کا جواز وہ رکھتا ہے جو اللہ کی شریعت کو حکمران بناتا ہے۔ رہا وہ جو اللہ کی شریعت سے منہ موڑتا ہے اور اس کو حکمران نہیں مانتا اللہ کے دین کی رو سے وہ اقتدار کا ذرہ برابر بھی جواز نہیں رکھتا۔ وہ اکثریت کا ووٹ تو کیا' سو فیصد ووٹ کیوں نہ لے چکا ہو۔ اس کا اقتدار سو فیصد ناجائز ہوگا۔ یہی وہ اصل نقطہ اختلاف ہے جو اسلام اور جمہوریت کے بیچ پایا جاتا ہے۔

اب جب ہم جمہوریت کے کھیل میں حصہ لیتے ہیں تو اس کھیل کے اصولوں کی رو سے ہمیں اس شخص یا اس پارٹی کے لیے اقتدار کا جواز تسلیم کرنا پڑتا ہے، جو اکثریت کے ووٹ لے جاتے ہیں۔ چاہے وہ اللہ کی شریعت کو حکمران نہ بھی بناتا ہو۔ اب اس طریقے سے ہم ایک ایسی چیز کا "جواز" تسلیم کرتے ہیں، جسے ہمارے رب تعالیٰ نے "کفر" قرار دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ہم غیر ما انزل اللہ کی حکمرانی کو- جو کہ کفر ہے- جمہوری اصولوں کے احترام میں تسلیم کر لیتے ہیں۔

ٹھیک ہے اسلام میں شوریٰ ہے، مگر اس کا مطلب ڈیموکریسی نہیں ہے۔ "شوریٰ" اس بہترین طریقے کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ نص کو نافذ کرنے کے لیے، اور جہاں کوئی واضح نص موجود نہ ہو، وہاں مسلمانوں کے باصلاحیت طبقوں سے اجتہاد کروانے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ رہی ڈیموکریسی تو وہ ابتداً حاکمیت کو انسانی دائرہ اختیار میں دیتی ہے اور اپنی بات چلانے اور مطلق وغیر مشروط طریقے پر حکم منوانے کا حق اللہ وحدہ لاشریک کو نہیں دیتی۔ کتنا بُعد المشرقین ہے ان کی اس جمہوریت اور اسلام کی اس شوریٰ میں۔ ﴿أفحكم الجاهلية يبغون ومن أحسن من الله حكماً لقوم يوقنون ۞﴾[المائدة ٥٠] "کیا پھر یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک تو اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔" [تفصیل دیکھیے: دعوت کا منہج کیا ہو؟ مترجم حامد کمال الدین ص ۱۳۱-۱۳۵]